اخبار امت

مصر: امریکہ کی پسندیدہ جمہوریت

محمد ظہیرالدین بھٹی

امریکہ اور مغربی ممالک پاکستان کے حوالے سے' اور ویسے بھی' جمہوری اقدار کے لیے بڑی فکرمندی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن حال ہی میں' مصر میں ان کے محبوب حکمران حسنی مبارک نے جو انتخابات کروائے ہیں' اور جو مصر میں جمہوریت کے لیے سند مانے جائیں گے' ان کی حقیقی تصویر کیا ہے؟ مصر کے حکمران اور ان کے سرپرست سب جانتے ہیں کہ اگر واقعی شفاف انتخابات منعقد ہوں تو موجودہ حکمران برسرحکومت نہیں رہ سکتے۔ اس لیے وہ اخوان المسلمون کو جائز جمہوری مواقع دینے کو کسی قیمت پر تیار نہیں۔

مصر کے حالیہ پارلیمانی انتخابات تین مرحلوں میں مکمل ہوئے ہیں' یعنی ۱۸' ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء اور ۷ نومبر ۲۰۰۰ء۔ پارلیمان کی ۴۴۴ نشستوں کے لیے ۴ ہزار ۲ سو ۵۹ امیدواروں نے کاغذات جمع کروائے۔ ان میں ایک حکمران جماعت نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی تھی جو ۱۹۵۲ء کے انقلاب کے بعد سے مختلف ناموں سے مصر پر حکومت کرتی چلی آرہی ہے۔ حزب اختلاف کی تین بڑی پارٹیوں نے بھی انتخابات میں حصہ لیا۔ اخوان المسلمون پر چوں کہ پابندی عائد ہے' اس لیے اس نے اپنے ۷۵ امیدوار آزاد ارکان کے طور پر کھڑے کیے جن میں ۱۱ کامیاب ہوئے۔ یاد رہے کہ ۱۹۹۵ء کے انتخابات میں اخوان کے نمایندں میں سے زیادہ تر کو فوجی عدالتوں نے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے نااہل قرار دے دیا تھا۔ حکومت کی طرف سے عائد کردہ رکاوٹوں اور پابندیوں کے باوجود ان حضرات کی کامیابی ایک غیر معمولی کارنامہ ہے۔ مصری صدر حسنی مبارک نے اعلان کیا تھا: "ہم نے انتخابات کو آزادانہ' منصفانہ اور غیر جانب دارانہ بنانے کے لیے تمام قانونی اور انتظامی اقدامات کیے ہیں"۔ آیئے' ہم دیکھیں کہ یہ انتخابات کتنے آزادانہ تھے؟

سب سے پہلے انتخابی حلقوں کی از سرِنو تقسیم کی گئی جس سے بہت سے انتظامی نوعیت کے مسائل پیدا ہوئے۔ اخوان المسلمون کو خوف و ہراس کا نشانہ بنانے کی سرکاری کارروائی انتخابات سے قبل ہی شروع

کر دی گئی۔ جن افراد کے بارے میں توقع تھی کہ وہ اخوان کے امیدوار بنیں گے انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے بھائیوں، بیٹوں اور قریبی رشتے داروں کو پکڑ کر دھمکیاں دی گئیں۔ اخوان کے نمایندوں اور رائے دہندوں کو خوف زدہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ ۱۹۹۵ء کے انتخابات میں ۱۳۰۰ اخوانیوں کو گرفتار کیا گیا تھا مگر اب کی بار ۵۰۷ سے زائد اخوان کو گرفتار کیا گیا جن میں سے ۳۰۰ تجربہ کار فعال ارکان تھے جو انتخابی مہم میں موثر کردار ادا کر سکتے تھے۔ اخوان کے کل گرفتار شدگان کی تعداد ۱۵۰۰ سے زائد ہے۔ مجموعی طور پر پوری مصری قوم کو اخوان کی حمایت سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی۔

انتخابی مہم کے دوران پولیس آکر قہوہ خانوں، ریستورانوں اور ہالوں کے مالکوں کو دھمکاتی کہ اگر انھوں نے اخوان کے کسی امیدوار یا حامی کا خیر مقدم کیا یا خطاب کرنے کا موقع دیا تو انھیں زدوکوب کیا جائے گا، ان کے قہوہ خانوں یا ہالوں کو بند کر کے ان کے ورک پرمٹ منسوخ کر دیے جائیں گے۔ مساجد کے قریب دکانوں کے پاس آکر بھی یہی غلیظ دھمکی آمیز زبان استعمال کی جاتی۔ دکان داروں اور گھر والوں کو کہا جاتا کہ اگر کسی نے اخوانی امیدوار کے حق میں بینر یا پوسٹر لگنے دیا تو اس کے ساتھ بہت برا سلوک ہوگا۔ منشیات کا دھندہ کرنے والوں، بدمعاشوں، غنڈوں اور مجرموں کو (جن میں عورتیں بھی شامل ہوتیں) پولیس مختلف گروپوں میں تقسیم کر دیتی اور مخصوص جگہوں یا سڑکوں پر ان کی ڈیوٹی لگا دیتی۔ یہ لوگ چھپ کر قہوہ خانوں یا دکانوں پر نظر رکھتے اور ہر اس شخص کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیتے جو اخوان کا لٹریچر تقسیم کر رہا ہوتا، یا دیواروں پر پوسٹر چسپاں کر رہا ہوتا۔ پولیس اخوان کے تمام پوسٹر، اسٹکر یا بینر اتار دیتی اور اخوان کو گالیاں بکتی۔ جن لوگوں کے گھروں یا دکانوں پر اخوان کے پوسٹر وغیرہ لگے ہوتے ان کی برسرعام پٹائی کی جاتی۔ اس وقت دل چسپ صورت حال پیدا ہوئی جب اسکندریہ کے ایک قبطی (غیر مسلم) دکان دار نے اخوان کے پوسٹر اتارنے سے انکار کر دیا۔ پولیس نے "فرقہ وارانہ کشیدگی" کے اندیشے سے اس دکان دار پر تشدد تو نہ کیا البتہ اس کے بیٹے کو تھانے لے گئی اور اسے مناسب "لیکچر" پلایا۔ جن حلقوں میں اخوان کے نمایندے کھڑے تھے، ان میں گھومنے والا شخص اپنے آپ کو کسی فوجی کیمپ میں محسوس کرتا۔ رات ہو یا دن ہر جگہ ملطجیہ [ایک مخصوص پولیس] اپنے مخصوص ہتھیاروں، تلوار، خنجر اور سنگین کے ساتھ نظر آتی۔ ایک آرڈیننس کے ذریعے امیدواروں پر مختلف پابندیاں عائد تھیں، مثلاً وہ حکومت کے موقف سے متصادم بات نہیں کہہ سکتے، پولیس کی اجازت کے بغیر اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں سے مل نہیں سکتے وغیرہ۔

اخوان المسلمون کی انتخابی مہم کو ناکام بنانے کے لیے انھیں معاشی نقصان بھی پہنچایا گیا۔ المنوفیہ کے ڈپٹی کمشنر نے اخوان کے دس اقتصادی اداروں کو ایک ماہ کے لیے سربہ مہر (seal) کر دیا۔ اس سے غذائی مواد ضائع ہوا، کام بند رہا جس سے ۴۰ خاندان براہ راست متاثر ہوئے۔ سویز کے حاکم نے اخوان کے

نمایندے طارق خلیل کی پرائیویٹ فرم بند کر دی۔ اخوانی یا ان کے حامی دکان داروں کے پاس وزارت خوراک کے انسپکٹر، پولیس کی بھاری جمعیت کے ساتھ پہنچ جاتے، مختلف الزامات لگانے کے بعد ان کا مال ضبط کرلیا جاتا، اور ان پر بھاری جرمانے عائد کیے جاتے۔ دمیاط اور مصر کے ڈیلٹا کے شہر منصورہ میں خاص طور پر ایسی کارروائیاں عمل میں آئیں جہاں دکان داروں کو گرفتار کرنے کے بعد ان کا مال ضبط کرلیا گیا۔

یہ سب اقدامات وزیر داخلہ میجر جنرل حبیب العادلی کے احکامات کے تحت ہوئے۔ چنانچہ ایک پولیس افسر نے اخوان کے پورٹ سعید سے امیدوار کو صاف لفظوں میں بتایا کہ: "میرے پاس وزیر داخلہ کے شخصی احکام ہیں کہ مخالفین کو کچل دیا جائے بلکہ قتل سے بھی دریغ نہ کیا جائے"۔ انتخابات سے چند دن پہلے وزیر داخلہ نے اعلان کیا کہ سیکورٹی فورسز نے اخوان المسلمون سمیت حزب اختلاف کی کسی بھی پارٹی کا ایک فرد بھی گرفتار نہیں کیا، نہ انتخابات میں حصہ لینے والے کسی شخص کو پکڑا ہے۔ اخوان کے نائب مرشد عام مامون الہضیبی نے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بیان گرفتاریوں سے بھی بدتر ہے۔

حکومت جن لوگوں کو گرفتار کرنا چاہتی ہے انھیں اس الزام کے تحت کہ ان کا تعلق ممنوعہ پارٹی سے ہے، ایمرجنسی کے ذریعے چھے ماہ کے لیے احتیاطاً زنداں میں ڈال دیتی ہے۔ اس طرح اخوان کے ۱۵۰۰ سے زائد افراد جیلوں میں ہیں۔ ان میں سے معدودے چند کو بھاری ضمانت پر رہا کروایا گیا ہے۔ حکومت نے "ممنوعہ جہادی تنظیموں" کے ۳ ہزار افراد کو رہا کیا ہے جنھیں "تائب" کہا جاتا ہے، جب کہ ان تنظیموں کے تقریباً ۲۰ ہزار افراد ابھی تک مصر کی مختلف جیلوں میں بند پڑے ہیں۔ فوجی عدالتوں یا سیکورٹی فورسز کے حکم پر جن لوگوں کو "غائب" کر دیا گیا ہے وہ الگ ہیں۔

۱۹۹۵ء کے انتخابات میں ضلع دمیاط سے اخوان کے ایک امیدوار عبداللہ المشد تھے۔ حالیہ انتخابات سے پہلے پولیس نے گرفتاری کے لیے ان کے گھر پر چھاپہ مارا تو معلوم ہوا کہ انھیں فوت ہوئے ڈیڑھ ماہ ہو چکا ہے۔ صرف اس ایک ضلع میں اخوان کے گرفتار شدگان کی تعداد ۱۰۰ سے زائد تھی۔ پولیس نے اسکندریہ میں اخوانی امیدوار کو عوام سے خطاب کرنے سے روک دیا، عوام کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج کیا، آنسو گیس پھینکی اور نو افراد کو گرفتار کرلیا۔ پورے مصر میں اخوان کو نہ کہیں جلسہ عام سے خطاب کرنے دیا گیا، نہ انتخابی کانفرنس منعقد کرنے دی گئی، نہ اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں سے ملنے دیا گیا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں اخوان المسلمون نے انتخابات لڑے اور طرح طرح کی مزاحمتوں کے باوجود جمہوریت کا پُرامن راستہ نہیں چھوڑا۔ حالانکہ حزب اختلاف کی سب سے بڑی پارٹی "حزب العمل" نے مصری سرکار کی جانب داری اور غیر جمہوری رویوں سے دل برداشتہ ہو کر ۲۱ ستمبر ۲۰۰۰ء کو حالیہ انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ العمل کے جنرل سیکرٹری سے جب اخباری نمایندے نے پوچھا کہ سخت دباؤ کے باوجود اخوان تو

انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں تو انھوں نے کہا: اخوان تو اس قسم کے حالات کے عادی ہو چکے ہیں!

اسلام اور جمہوریت کے حوالے سے بڑی علمی بحثیں کی جاتی ہیں لیکن جمہوریت کے علم برداروں کو اس میں کیا امر مانع ہے کہ مسلم ممالک میں اظہار رائے کی آزادی ہو' پریس اور ذرائع ابلاغ آزاد ہوں' اور انتخابات واقعی عوام کی مرضی معلوم کرنے کے لیے ہوں۔ خود امریکہ میں ایک ریاست کے چند ووٹ دنیا کا سب سے بڑا فیصلہ کریں گے' لیکن ہمارے ملکوں میں ۹۶' ۹۷ فی صد اکثریت والی "جمہوریت" رائج کی جاتی ہے۔ بدترین آمریت کو بھی' مفید مطلب ہو تو' سندِ جمہوریت سے نوازنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں کیا جاتا۔

بوسنیا میں انتخابات

افتخار احمد چیمہ ○

بوسنیا میں حال ہی میں انتخابات ہوئے ہیں۔ بوسنیا میں سرب' کروٹ اور مسلمان تینوں آبادیاں ہیں۔ سربوں نے سارے ووٹ اپنی پارٹی SOS کو اور کروٹوں نے سارے ووٹ اپنی پارٹی HDZ کو دیے۔ لیکن مسلمانوں میں چھے پارٹیاں بن گئی تھیں جن میں سے تین پارٹیوں نے نسبتاً زیادہ ووٹ حاصل کیے۔

عالیجاہ عزت بیگوچ خرابی صحت کی بنا پر سیاست سے دست بردار ہو چکے تھے۔ ان کی پارٹی SDA سے اس کے بڑے بڑے حامی نکلنا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر حارث سلاجک نے اپنی علیحدہ پارٹی بنا لی۔ فیڈریشن کے سابق صدر ایوب گانچ SDA کو چھوڑ گئے۔ یورپین یونین اور امریکہ نے پورے زور سے SDP کی حمایت کی۔ اس پارٹی میں زیادہ تر لوگ مسلمان ہیں۔ اس کا صدر بھی مسلمان ہے مگر ان کے رجحانات اشتراکی ہیں۔ ہم اسے بائیں بازو کی پارٹی کہہ سکتے ہیں۔ اندازہ یہ تھا کہ عزت بیگوچ کی پارٹی کو بری طرح شکست ہوگی اور اکثریت کے ووٹ اس پارٹی کو مل جائیں گے۔ مغرب کی کوشش تھی کہ SDA شکست کھائے کیونکہ اس کو وہ مسلم انتہاپسند پارٹی تصور کرتے ہیں۔ مگر الحمدللہ عالیجاہ عزت بیگوچ کے بعد محمد یکھا کچیک نے بہت اچھی طرح پارٹی کی قیادت کی۔ اس لیے ان کی پارٹی دوسرے نمبر پر رہی۔ اول درجے پر SDP ہی تھی۔ ڈاکٹر حارث تیسرے نمبر پر رہے۔ اب توازنِ طاقت ڈاکٹر حارث سلاجک کے پاس ہے۔ اگر وہ SDA کا ساتھ دیں تو وہ جیت جائیں گے اور اگر SDP کا ساتھ دیں تو وہ حکومت بنائے گی۔ لیکن انھوں نے ابھی تک کسی واضح موقف کا اظہار نہیں کیا۔

○ مقیم' سرائیوو' بوسنیا